سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نظامِ عدل وقضاء

اور انسانی حقوق کا تحفظ

مقالہ نگار

جمشید عالم عبد السلام سلفی

المعہد الاسلامی انوار العلوم گنجہڑا

بموقع: خلفائے راشدین اور تحفظِ انسانیت کانفرنس

(منعقدہ: ۱۳/نومبر ۲۰۲۵ء بروز جمعرات)

زیرِ اہتمام

صوبائی جمعیت اہلِ حدیث مشرقی یوپی

بمقام: الکبیر لان، اندھے کی چوکی، نزد مسجد بلال، ہردوئی روڈ، لکھنؤ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نظامِ عدل وقضاء اور انسانی حقوق کا تحفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وأصحابہ ومن تبعھم بإحسان إلیٰ یوم الدین، أما بعد:

عدل وانصاف کسی بھی مہذب معاشرے کی بنیاد ہے۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جہاں عدل قائم ہوا وہاں امن، سکون، ترقی اور خوش حالی نے جنم لیا اور جہاں ظلم و ناانصافی کا دور دورہ ہوا وہاں انتشار، زوال اور تباہی آئی۔ اسلام نے عدل کو محض ایک اخلاقی قدر کے طور پر نہیں، بلکہ دین کا لازمی جزو قرار دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾

”بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل تک پہنچاؤ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔“

(النساء:58)

دوسری جگہ فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾ ”بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔“

(النحل:90)

رسولوں کی بعثت کے جہاں اور بھی مہتم بالشان مقاصد تھے وہیں ان کی بعثت کا ایک مقصد عدل کا قیام اور ظلم کا خاتمہ بھی تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾

”یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا، تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔“ (الحدید:25)

پچھلی قوموں کی ہلاکت کا ایک سبب عدل کو ترک کر دینا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ))

”تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے، وہ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی بااثر شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور شخص چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔“

(صحیح بخاری:3475، صحیح مسلم:1688)

اسلامی تاریخ میں خلفائے راشدین (11ھ تا 40ھ) بالخصوص سیدنا ابو حفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (شہادت: 23ھ/644ء) کی شخصیت عدل وانصاف کے باب میں ایک درخشاں مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی خلافت (13ھ – 23ھ) نہ صرف اسلامی فتوحات بلکہ عدل وقضاء، عدالتی نظامِ قانون کی بالادستی اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لحاظ سے بھی تاریخِ انسانیت میں ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کا نظامِ قضاء وعدل نہ صرف اسلامی معاشرت کے لیے بلکہ عالمی عدالتی وانتظامی تاریخ کے لیے بھی مشعلِ راہ ہے۔ آپ نے جس فہم وبصیرت، امانت ودیانت اور قوتِ نافذہ سے اسلامی حکومت کو مستحکم وفعال بنایا وہ تاریخِ عالم میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے اپنی خلافت میں عدل وشفافیت کی ایسی بنیادیں رکھیں اور ایسے بیش بہا اصول وضع کیے جو آج بھی جدید آئینی ریاستوں اور عدالتی نظام کے لیے رہنما اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ مقالہ اسی عدل فاروقی کے تحقیقی مطالعہ پر مبنی ہے، جس میں آپ کے عدالتی نظام، قضائی اصلاحات، اصولِ عدل، انسانی حقوق کے تحفظ اور موجودہ دور کے لیے عدلِ فاروقی کی معنویت کا

جائزہ لیا گیا ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ فاروقی نظامِ عدل آج کے عالمی حقوق انسانی کے معیارات سے صدیوں قبل نافذ العمل تھا اور موجودہ عدالتی اصلاحات کے لیے ایک مثالی ماڈل فراہم کرتا ہے۔ آج جب دنیا عدالتی بحران، کرپشن اور انسانی حقوق کی پامالی کا شکار ہے، عدلِ فاروقی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے، لیکن ان تفصیلات سے پیشتر آپ رضی اللہ عنہ کا مختصر جامع تعارف کرانا ضروری ہے:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

آپ کا نام عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ عدوی تھا، کنیت ابو حفص اور لقب "فاروق" ہے۔ والدہ ابوجہل کی بہن حنتمہ بنت ہشام مخزومیہ تھیں۔ عام الفیل سے 13/ سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے اور 27/ سال کی عمر میں نبوی دعا کی برکت سے 5 یا 6/ ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے مسلمان ہونے سے اسلام اور مسلمانوں کو کافی تقویت ملی۔ زمانۂ جاہلیت میں قبیلۂ قریش کے سفیر تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے اور تاریخ میں سب سے پہلے امیر المؤمنین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ان کی مدتِ خلافت 10/ سال ہے۔ خلیفہ ہونے کے باوجود بڑی سادہ زندگی بسر کرتے تھے، رعایا کی برابر خبر گیری کرتے اور ہمیشہ خوفِ الٰہی سے لرزاں رہتے، انھوں نے روئے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیا۔ عشرۂ مبشرہ بالجنۃ میں سے ہیں اور تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ نہایت دور اندیش، عالی دماغ، عادل، نڈر اور بہادر تھے۔ وفاتِ نبوی کے وقت ان کی عمر 50/ سال تھی۔ 26/ ذی الحجہ 23/ ہجری بروز بدھ نمازِ فجر کی امامت کے دوران مغیرہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی غلام ابولؤلؤ نے زہر آلود دو دھاری تلوار سے حملہ کیا، جس سے آنت کٹ گئی اور 63/ برس کی عمر میں شہادت نصیب ہوئی۔ یکم محرم 24/ ہجری بروز اتوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر کے ساتھ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں مدفون ہوئے اور نمازِ جنازہ صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ ان سے مروی حدیثوں کی تعداد (539) ہے۔

عدلِ فاروقی کے بنیادی اصول

اسلامی نظامِ حکومت میں عدل کو مرکزیت حاصل ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک عدل محض قانونی عمل نہ تھا بلکہ وہ اسے اللہ کی عبادت سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک عدل صرف قاضی یا حکمران کا کام نہیں، بلکہ پوری امت کی اجتماعی ذمہ داری تھی، اسی لیے انھوں نے عدل کے قیام کے لیے ایسی اصلاحات نافذ کیں جس سے معاشرے کے ہر طبقہ کو عدل کا حق دار بنایا اور ایسے اصول قائم کیے جن کی بدولت معاشرے میں عدل، احتساب اور شفافیت کو یقینی بنایا گیا۔ یہ اصول آج کے جدید ریاستی تصورات کے ہم پلہ بلکہ ان سے متقدم ہیں۔ ان کی تفصیل آئندہ سطور میں پیش کی جا رہی ہیں:

1. قانون کی حکمرانی (Rule of Law)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قضا (عدلیہ) کو انتظامیہ سے علیحدہ کر دیا، قاضی حضرات کو مکمل خود مختاری دی گئی تا کہ وہ بلا کسی دباؤ کے انصاف کر سکیں۔ قاضی شرعی اصولوں کے مطابق فیصلے کرتے اور کسی حکومتی دباؤ یا اثر و رسوخ کو خاطر میں نہ لاتے۔ آپ نے قاضی شریح رحمہ اللہ کو قاضی مقرر کیا تو فرمایا: ”جب لوگ تمھارے پاس آئیں، تو دونوں فریق کو برابری کا درجہ دینا۔“ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قانون کی نظر میں چھوٹے بڑے، امیر غریب سب برابر تھے، خواہ خلیفۂ وقت ہو یا عام شہری۔ اس سلسلے میں درج ذیل واقعہ بہترین عملی مثال ہے:

مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن عمرو نے ایک قبطی (مصر کے ایک عیسائی باشندے) کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا۔ جب قبطی جیت گیا تو محمد بن عمرو کو غصہ آگیا اور اس نے اس کو کوڑے مارے اور کہا: ”میں گورنر کا بیٹا ہوں!“، قبطی شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ آیا اور شکایت کی۔ آپ نے فوراً مصر کے گورنر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کو مدینہ طلب فرمایا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے قبطی کو کوڑا دیا اور کہا: ”اضرب ابن

الأكرمين!" "شریف خاندان کے بیٹے کو مارو!" قبطی نے محمد بن عمرو کو اسی طرح کوڑے مارے جیسے اس نے اسے مارے تھے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخی الفاظ ارشاد فرمائے:

متی استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحراراً؟ "تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنانا شروع کر دیا ہے، حالاں کہ ان کی ماؤں نے انھیں آزاد پیدا کیا تھا؟" اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی کہ آئندہ ایسی زیادتی نہ ہو۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! مجھے اس معاملے کی کچھ بھی خبر نہیں اور نہ یہ شخص میرے پاس شکایت لے کر آیا تھا۔

(واقعے کی تفصیل کے لیے دیکھیے: الکامل فی التاریخ لابن الأثیر، ج 2، ص: 208، فتوح مصر وأخبارھا لابن عبد الحکم، ص: 290، البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج 7، ص: 101، حیاۃ الصحابۃ، ج 2، ص: 338)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مذکورہ تاریخی جملہ دراصل عدل فاروقی کے روحانی فلسفے، انسانی مساوات، حقوقِ انسانی کے تحفظ اور حکمراں کی جواب دہی کے بنیادی تصور کا عکاس ہے۔

2. حاکمِ وقت کی جواب دہی

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی ذات کو بھی قانون سے بالا تر نہیں سمجھتے تھے، بلکہ خود بھی قانون کے سامنے جواب دہ تھے۔ تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ بھری مجلس میں جب ایک شخص (بعض روایات کے مطابق سلمان فارسی رضی اللہ عنہ) نے آپ کی قمیص پر اعتراض کیا تو آپ نے اپنے بیٹے کی وضاحت پیش کی اور اسے مطمئن کیا۔ واقعے کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

ایک مرتبہ غنیمت کے کپڑوں کے ڈھیر لگے تھے۔ ہر مسلمان کی نظریں اس عادل خلیفہ پر تھیں کہ دیکھیں وہ اس مالِ غنیمت کی تقسیم میں کیسا انصاف کرتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عنہ نے حکم دیا کہ ہر شخص کو بالکل برابر کا ایک ایک حصہ دیا جائے۔ انھوں نے خود بھی ایک عام سپاہی کی طرح صرف ایک ہی حصہ اٹھایا اور اپنے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو بھی ایک ہی حصہ دیا۔ اتفاق سے

اگلے جمعہ کے روز جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، ان کی لمبی قامت پر ایک کشادہ اور لمبی قمیص تھی، جو عام قمیصوں سے کچھ زیادہ بڑی نظر آتی تھی۔ اچانک مجمع میں سے ایک بے باک اور انصاف پسند شخص کھڑے ہوئے اور نہایت ہی بے خوفی سے سوال کر ڈالا:

"اے امیر المؤمنین! ہم سب نے تو ایک ایک کپڑا ہی پایا ہے، لیکن آپ کی قمیص ہم سب سے بڑی کیوں ہے؟ گویا آپ نے ہم سب سے زیادہ کپڑا لے لیا ہے! اگر ایسا ہے تو پھر ہم آپ کی اطاعت کے پابند نہیں رہیں گے!"

یہ ایک شدید نوعیت کا الزام تھا جو پورے مجمع نے سنا، مگر اس بے پایاں عادل، سراپا رعب وجاہ کے چہرے پر غصے کی کوئی لکیر تک نہ ابھری۔ نہ تو انھوں نے اس شخص کو ڈانٹا، نہ ہی برا بھلا کہا، بلکہ ایک پر سکون اور لطیف آواز میں فرمایا: "اے اللہ کے بندے! تم نے بہت اچھا سوال کیا ہے۔ عبداللہ! ذرا کھڑے ہو کر اس معاملے کی وضاحت کر دو۔" آپ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ فوراً کھڑے ہوئے اور پورے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

لوگو! سنو... یہ جو میرے والد (امیر المؤمنین) کی قمیص زیادہ بڑی نظر آ رہی ہے، اس میں لگا ہوا اضافی کپڑا میرا اپنا حصہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے والد کے جسمانی قد و قامت کے مطابق ایک حصے کا کپڑا کافی نہیں ہے، تو میں نے اپنی خوشی اور رضامندی سے اپنا پورا حصہ ان کے حوالے کر دیا تاکہ ان کی قمیص مکمل ہو سکے۔ امیر المؤمنین نے اپنے ایک حصے سے ایک انچ کپڑا بھی زیادہ نہیں لیا ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج7، ص:140، سیر أعلام النبلاء للذہبی، ج2، ص498)

یہ وضاحت سنتے ہی پورا مجمع خاموش ہو گیا۔ وہ شخص بھی شرمندہ ہو کر بیٹھ گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بے مثال شرافت، عدالت اور شفافیت نے سب کو حیرت زدہ کر دیا۔ انھوں نے اپنے بیٹے کے ساتھ بھی رعایت نہیں لی تھی، بلکہ اسے بھی ایک عام شہری کی مانند ہی حصہ دیا تھا۔ یہ تھا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ عدل

جس نے تاریخ کے اوراق کو روشن کر دیا۔ مذکورہ دونوں واقعات سیدنا عمر بن خطاب ﷛ کے عدل، شفافیت، رعایا کو حکمران سے سوال کرنے کی آزادی دینے اور سربراہِ ریاست کے پابندِ قانون ہونے کی عظیم عملی مثال ہیں۔

3. شفافیت اور عوامی شرکت

سیدنا عمر بن خطاب ﷛ ہفتہ وار عوامی اجتماعات میں عوام کے سامنے ریاستی امور پیش کرتے اور براہِ راست عوام سے رائے لیتے۔ بیت المال کی نگرانی ذاتی طور پر فرماتے اور مالی معاملات میں سخت شفافیت قائم رکھتے۔ بیت المال سے اپنی ذاتی ضرورت پوری نہیں کرتے تھے، بلکہ عوام کے سامنے خود کو جواب دہی کے لیے تیار رکھتے تھے۔ آپ نے عملی طور پر واضح کیا کہ وہ عوامی مال کے محافظ ہیں، ذاتی فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔ حتیٰ کہ ذاتی علاج کے لیے بھی بیت المال سے اجازت طلب کرتے۔ ہر شخص کو آزادی تھی کہ وہ خلیفہ پر اعتراض کر سکے، حتیٰ کہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ:

1. سیدنا عمر ﷛ نے بیت المال سے تنخواہیں مقرر کیں تو اپنے بیٹے عبد اللہ ﷛ کی نسبت اسامہ بن زید ﷛ کی تنخواہ زیادہ رکھی۔ جب عبد اللہ ﷛ نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا: ”بیٹے! رسول اللہ ﷺ کو اسامہ تم سے زیادہ عزیز تھے، اس لیے ان کا حق بھی زیادہ ہے۔“ (صحیح بخاری:6721)
2. ایک مرتبہ جب سیدنا عمر فاروق ﷛ نے حج کا ارادہ فرمایا تو تمام اطراف کے عمال کو خطوط لکھے کہ حج کے موقع پر آکر حاضر ہوں۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے تمام لوگوں کے سامنے اعلان کیا: ”لوگو! اگر کسی عامل سے تمھارا حق متاثر ہوا ہو یا کسی نے ظلم یا زیادتی کی ہو تو ضرور بیان کرو، ہرگز نہ چھپاؤ۔“ اس طرح کھلے عام محاسبہ اور باز پرس کا موقع دیا گیا اور رعایا کو یہ حق دیا کہ وہ اپنے حکام کی کارکردگی پر براہ راست سوال کر سکیں۔

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ج2، ص:118)

یہ دونوں واقعات عہدِ فاروقی کی شفافیت اور عوامی خود مختاری و آزادی کا آئینہ دار ہیں اور یہ اس بات کو درشاتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ رشتہ داری اور ذاتی تعلق کو بنیاد بنا کر کوئی فیصلہ نہیں لیتے تھے۔

4. حکام اور گورنرز کا احتساب

اُمرا اور گورنرز کے تقرر کے وقت آپ ان سے سخت عہد لیتے کہ وہ عدل کریں گے، عوام پر ظلم نہیں کریں گے اور سادگی اختیار کریں گے۔ ہر ذمہ دار کو باقاعدہ جواب دہ بناتے۔ عوامی شکایات پر فوری کارروائی اور حقِ مظلوم کا فوری محاسبہ ہوتا تھا۔ مزید براں شکایات براہِ راست خلیفہ تک پہنچانے کا مؤثر نظام موجود تھا اور خود عام لوگ بھی خلیفہ کے پاس حاضر ہو کر گورنر کے خلاف اپنی شکایات درج کرا سکتے تھے۔ آپ کے دورِ خلافت میں جب بھی کسی گورنر یا عہدیدار کے خلاف عوام کی طرف سے کوئی شکایت آتی، تو آپ اسے نظر انداز نہ فرماتے، بلکہ پوری سنجیدگی سے اس کا جائزہ لیتے۔ عدلِ فاروقی کا سب سے نمایاں پہلو اس کی عملی تطبیق ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں عدل و انصاف نہ صرف دیوانِ قاضی کی ملفات کی زینت رہا بلکہ نافذ العمل اصول کے طور پر موجود تھا، جس کی بے شمار مثالیں کتبِ تاریخ میں محفوظ ہیں۔ اس سلسلے میں یہاں میں صرف دو واقعات آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں:

1. ایک دن مدینہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اہلِ کوفہ کی طرف سے ایک شکایت پہنچی۔ شکایت یہ تھی کہ ان کے گورنر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں اور جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی: اے اللہ! سعد کی دعا قبول فرما) نماز میں صحیح طریقے سے امامت نہیں کرتے۔ یہ سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ فوراً حرکت میں آئے۔ آپ نے سعد رضی اللہ عنہ کو فوری طور پر مدینہ طلب کیا اور براہِ راست استفسار فرمایا: ”اے ابو اسحاق! تمھارے بارے میں یہ شکایت آئی ہے کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے۔ کیا یہ بات درست ہے؟“

سعد رضی اللہ عنہ نے نہایت وقار کے ساتھ جواب دیا: ”اللہ کی قسم! میں تو بالکل اسی طرح نماز پڑھاتا ہوں جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔ میں عشاء کی

پہلی دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں ہلکی۔"

عمر رضی اللہ عنہ، جو خود بھی فقہ الصلاۃ کے ماہر تھے، نے فرمایا: "اے ابو اسحاق! میں بھی تمھارے بارے میں یہی گمان رکھتا ہوں۔" لیکن اس پر بھی آپ نے تحقیق کا سلسلہ بند نہیں کیا۔ آپ نے اپنے معتمد نمائندوں کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ مختلف مساجد میں جاکر براہِ راست عوام الناس سے رائے لیں۔ تمام لوگ سعد رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے رہے، یہاں تک کہ مسجد ابو سعید میں اسامہ بن قتادہ نامی ایک شخص کھڑا ہوا اور تین سنگین الزامات عائد کیے:

"سعد نہ تو لشکر کے ساتھ جاتے ہیں، نہ ہی مالِ غنیمت کی تقسیم میں انصاف کرتے ہیں اور نہ ہی ہمارے درمیان برابری سے فیصلے کرتے ہیں!"

یہ الزامات سن کر سعد رضی اللہ عنہ نے نہایت حکمت اور تدبر سے کام لیا۔ غصہ کرنے یا جوابی حملہ آور ہونے کے بجائے، آپ نے معاملہ اللہ کے حوالے کرتے ہوئے ایک جامع دعا فرمائی۔

اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو:

① اس کی عمر دراز کردے۔

② اسے محتاجی میں مبتلا کردے۔

③ اور اسے فتنوں میں ڈال دے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ اسامہ بن قتادہ کے خلاف سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا قبول ہوئی۔ وہ اتنا طویل عمر پایا کہ بڑھاپے میں اس کی عقل مضمحل ہوگئی، وہ نادار ہوگیا اور لوگوں کی بیٹیوں کو تنگ کرنے لگا۔ وہ خود اپنے حال پر افسوس کرتا ہوا کہتا: "بوڑھا، مفلس اور فتنہ زدہ! میں سعد کی بددعا کا شکار ہوں۔" (صحیح بخاری:755)

2. اسی طرح ایک مرتبہ راہ چلتے ہوئے جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ایک عام آدمی کی جانب سے یہ شکایت ملی کہ عاملِ مصر، عیاض بن غنم باریک لباس پہننے لگے ہیں اور اپنے دروازے پر دربان مقرر کررہے ہیں، تو آپ نے محمد بن مسلمہ کو ہدایت دی کہ انھیں جس حال میں ہوں مدینہ لے

آئیں۔ محمد بن مسلمہ وہاں پہنچے تو واقعی دیکھا عیاض باریک کرتا پہنے اور دربان بٹھائے تھے۔ لباس بدلنے کی کوشش کی تو محمد بن مسلمہ نے کہا: اسی طرح ساتھ چلو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ پہنچے پر باریک کرتا اتروا کر صوف کا لباس پہنایا، بکریوں کا گلہ دیا، عصا دی اور حکم دیا کہ انھیں چرا کر دودھ پیا کرو اور جب کوئی ملنے آئے تو اسے بھی پلاؤ۔ عیاض نے اس پر اپنی معذوری اور شرمندگی ظاہر کی، اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمھارے والد بھی بکریاں چراتے تھے۔ جب عیاض نے تسلیم کر لیا تو ان کا لباس اتروایا اور انھیں حکومت پر واپس بھیج دیا۔ اس کے بعد عیاض نے سادگی اختیار کر لی اور بے نظیر انکساری دکھائی۔

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ج2 ص:118، کتاب الخراج:66)

ان دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں:

- حکام کے لیے سادگی اور عوامی رہن سہن لازمی تھا۔
- حکام کو محاسبہ اور احتساب کے عمل سے گزرتے رہنا پڑتا تھا۔ گورنر کو بھی خلیفہ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑتا تھا۔
- عوام کو حکومتی کارکردگی پر کھلا اظہارِ رائے اور شکایت کا حق حاصل تھا۔
- سربراہِ ریاست خود عوامی سماعت کے ذریعہ نگرانی کرتا تھا۔ عوام کی شکایت کو سنجیدگی سے لیا جاتا تھا نیز عوامی شکایت پر فوری عمل اور براہِ راست شنوائی ہوتی تھی۔
- عدل کے قیام کے لیے مکمل شفافیت اور عوامی رائے کو اہمیت دی جاتی تھی، محض دفتری تحقیق پر اکتفا نہیں کی جاتی تھی، بلکہ میدان میں جا کر عوام سے براہِ راست رائے لی جاتی تھی۔
- یہ اصولِ عدل واحتساب کے عملی نمونے ہیں، جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عدل کی بنیاد کو آج بھی ایک مثالی ماڈل بناتے ہیں۔

.5 مساواتِ انسانی اور حقوقِ رعایا

امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک رعایا کا ہر فرد بلا امتیاز مساوی حقوق رکھتا تھا۔ غیر مسلم رعایا کو بھی عدل وانصاف کے برابر حقوق میسر تھے، جزیہ ادا کرنے کے بعد ان کی جان، مال، عزت، عبادت گاہیں سب ریاست کی ضمانت میں تھے۔ آپ نے فرمایا:

”میں نے ان کے ساتھ جو عہد کیا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد ہے؛ جس نے اس میں خیانت کی وہ خدا کے ساتھ خیانت کرے گا۔“

(کتاب الخراج لأبي یوسف، ص:112)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدل صرف مسلمانوں کے ساتھ خاص نہ تھا، بلکہ غیر مسلم اقلیت بھی عدلِ فاروقی کے دائرے میں برابر شریک تھے۔

.6 عدل، رحمت اور فلاحی ریاست

عدلِ فاروقی صرف سخت احتساب تک محدود نہ تھا، بلکہ اس کے ساتھ فلاح اور رحمت کے اصول بھی کارفرما تھے۔ کسی شخص کی مالی کمزوری یا معاشی مجبوری کو نظر انداز نہیں کیا جاتا تھا۔ غریبوں، مسکینوں، بیواؤں اور یتیموں کی کفالت کو باقاعدہ ادارہ جاتی شکل دی گئی۔ بیت المال صرف فوجی اخراجات یا حکومتی امور کے لیے نہ تھا، بلکہ ہر ضرورت مند کا سہارا تھا۔ آپ نے کئی علاقوں میں عوام کی سماجی حالت کا ذاتی طور پر جائزہ لیا اور قحط کے زمانے میں خود کو گوشت و مکھن جیسی اشیاء سے روک لیا تاکہ حکمران اور عوام کے طرزِ زندگی میں فرق نہ رہے۔

.7 حکمراں کی انکساری اور رعایا سے قربت

عدلِ فاروقی کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حاکم ہونے کے ساتھ عوام میں سے ایک فرد بن کر رہتے۔ بغیر پہچانے مختلف علاقوں میں جاتے، رعایا کا حال پوچھتے اور کمزور طبقات کے

کچے گھروں تک کھانا پہنچاتے۔کبھی ایسا ہوا کہ آپ نے خود غلہ اپنی پشت پر اٹھایا تاکہ رعایا کے دکھ درد کو براہِ راست محسوس کریں۔

ایک مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کے وقت اپنے خادم اسلم کے ساتھ مدینہ کے قریب حرۂ واقم کی طرف نکلے۔ انھوں نے ایک جگہ ایک عورت کو دیکھا جس کے چھوٹے بچے بھوک سے رو رہے تھے اور ہانڈی میں صرف پانی چڑھا رکھا تھا تاکہ بچے سمجھیں کہ کھانا پک رہا ہے اور سو جائیں۔ عورت نے شکوہ کیا کہ "عمر ہمارا حاکم ہے مگر ہمارا حال نہیں جانتا۔" یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ فوراً بھاگتے ہوئے بیت المال گئے، خود ایک بوری آٹا اور چربی پشت پر اٹھائی اور اس عورت کے پاس بھاگے ہوئے لے کر آئے۔ آگ جلا کر چولہا دہکایا، اپنے ہاتھوں سے کھانا بنایا اور بچوں کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ یہ دیکھ کر وہ عورت کہنے لگی: اللہ تجھے جزائے خیر دے: امیر المومنین عمر کے بجائے تجھے صاحبِ اقتدار ہونا چاہیے تھا۔ پھر جب تک وہ خوش ہو کر کھیلنے نہ لگے تب تک دیر تک بیٹھے دیکھتے رہے اور جب وہ بچے سو گئے تب وہاں سے چلے۔ اس وقت آپ نے اپنے خادم اسلم سے کہا: "اے اسلم! بھوک نے ان کی نیند ختم کر رکھی تھی اور انھیں رُلا دیا تھا، لہٰذا میں نے یہ دیکھنا پسند کیا جو میں نے دیکھ لیا ہے۔"

(الکامل فی التاریخ، ج۲، ص:۲۱۴، فضائل الصحابہ، ج۱ص:۲۹۰-۲۹۱، کتاب الخراج، ص:۶۶، دیکھیے: تحقیقی وعلمی مقالات، ج۶ص:۲۵۰تا۲۵۳)

اس واقعے سے عمر رضی اللہ عنہ کی حقیقی قیادت آشکارا ہوتی ہے کہ آپ ذاتی طور پر اپنی رعایا کے حال سے باخبر رہنے کی کوشش کرتے اور ذاتی طور پر دوسروں کے دکھ درد کو اپنا سمجھ کر ان کی مدد و خدمت کرنا اور ہمدردی میں آگے بڑھنا اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔

8. عدل کا روحانی و ایمانی تصور

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عدل وانصاف کو صرف دنیاوی ذمہ داری نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اسے عبادت کا درجہ

دیتے تھے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی فیصلہ ذاتی خواہش یا دباؤ میں دیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ سے خیانت ہے۔ اس لیے عدل ان کے نزدیک عین تقویٰ اور قربِ الٰہی کا ذریعہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی عدل پسندی میں ایک گہری روحانیت نظر آتی ہے جو اسلامی سیاسی فلسفے کا نچوڑ ہے۔ چناں چہ اگر آپ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت پر طائرانہ نگاہ ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ آپ کے دور میں:

- ادارہ جاتی تشکیل اور مسلسل نگرانی، عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنا دراصل جدید ریاستوں کی "چیک اینڈ بیلنس" پالیسی کی ایک ابتدائی اور بہترین شکل تھی۔
- بیت المال، قضا اور ولایت (گورنری) تین الگ الگ شعبے تھے، جن پر نگرانی اور احتساب کا کڑا نظام لاگو تھا۔
- اس پورے نظام کی بنیاد یہ تھی کہ کوئی شعبہ دوسرے پر غلبہ حاصل نہ کر سکے اور سب مل کر رعایا کے حقوق کی حفاظت کریں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ عدلِ فاروقی محض ایک تاریخی باب نہیں، بلکہ ہر دور کے حکمرانوں اور معاشروں کے لیے عملی نمونہ ہے۔ اگر آج کے مسلمان معاشرے اور ریاستیں ان اصولوں کو اپنا لیں تو دنیا میں حقیقی عدل، امن اور خوشحالی کا نظام قائم ہو سکتا ہے۔ عدلِ فاروقی کا تصور ایک مکمل سیاسی، سماجی اور روحانی فلسفہ ہے۔ اس میں حکمراں کی خود احتسابی اور جواب دہی، عوامی شراکت اور حقِ اعتراض، عدلیہ کی آزادی، مالی شفافیت اور بیت المال کی نگرانی، کمزور اور غیر مسلم رعایا کے حقوق کی حفاظت، حکمراں کی سادگی اور رعایا سے قربت، یہ سب اصول یکجا طور پر موجود تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عدل نہ صرف اسلامی تاریخ، بلکہ انسانی تاریخ کے روشن ترین ابواب میں شمار ہوتا ہے۔

قضائی نظام کی تنظیم اور اصلاحات

عدل کے قیام کے لیے منظم عدالتی ڈھانچہ ناگزیر ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں یہ رواج قائم

تھا کہ خلیفۂ وقت اور گورنرز وافسرانِ ملکی ہی قضاۃ کا کام کرتے تھے، مگر جلد ہی آپ رضی اللہ عنہ نے قضاء کو ایک مستقل ادارے کے طور پر قائم کیا، ملک کے تمام صوبوں میں عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے۔ تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا کہ آپ نے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا اور باقاعدہ عدالتیں قائم کیں اور ان میں قاضی مقرر کیے اور اس میدان میں وہ اصلاحات کیں جو عدلیہ کی آزادی اور انصاف کی بروقت فراہمی کی ضمانت بنیں۔

آیئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قضائی نظام کی تنظیم اور اصلاحات کا جائزہ لیتے ہیں:

1. مستقل عدالتی ڈھانچہ

سب سے پہلے آپ نے مستقل قاضی مقرر کیے۔ ان قاضیوں کو عدالتی استقلال (Judicial Independence) حاصل تھا۔ قاضی شریح کی تقرری اس کا بہترین نمونہ ہے، جنھیں فیصلوں میں مکمل آزادی دی گئی تھی۔ گورنر عدلیہ کے معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتے تھے اور قاضی براہ راست خلیفہ کے ماتحت تھے۔

2. قاضی کے اوصاف اور اہلیت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ قاضی مقرر کرتے وقت صرف علم کو کافی نہ سمجھتے تھے، بلکہ ان کے نزدیک تقویٰ، غیر جانبداری، معاملہ فہمی اور کردار کی پاکیزگی بھی لازمی اوصاف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، کعب بن سود ازدی رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ اور قاضی شریح رحمہ اللہ جیسے ذی علم ثقہ تابعی کو اس ذمہ داری پر مقرر کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں قاضیوں کی تقرری اور ان کی تربیت کے حوالے سے درج ذیل اصول کار فرما تھے:

- قاضی کا انتخاب کرنے سے پہلے بھی ان کی قابلیت کا امتحان لیتے اور بعد میں بھی گاہے بہ گاہے کسی مقدمے کا فریق بن کر ان کی ذہانت و قابلیت اور دیانت داری کا

امتحان لیتے تھے اور ان کے بارے میں دیگر وسائل سے بھی جانکاری لیتے رہتے تھے۔

- قاضی صرف علم وتقویٰ اور غیر جانبداری کی بنیاد پر منتخب کیے جاتے تھے۔
- ایمان و دیانت داری اور لیاقت و ذہانت کے ساتھ ساتھ ان کی قوت و مضبوطی اور بلند ہمتی کو بھی پرکھا جاتا تھا۔
- عہدۂ قضا کے لیے علومِ شرعیہ سے واقفیت لازمی امر تھا۔ اس کی بہترین مثال قاضی شریح ہیں کہ تابعی ہونے کے باوجود انھیں منصب قضا کا عہدہ دیا گیا، کیوں کہ قاضی کی جملہ صفات ان کے اندر موجود تھیں۔
- قابلِ اعتماد قاضیوں کو ان کے عہدے سے سبکدوش نہیں کیا جاتا تھا اور نہ من مانی کسی قاضی کو بدل کر اس کی جگہ پر دوسرے کو متعیّن کیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر قاضی شریح رحمہ اللہ کو مستقل طور پر قاضی رہنے کا موقع دیا گیا، کیوں کہ وہ مستقل مزاج، ثقہ، عادل، امانت دار، دور اندیش اور اصول پرست تھے۔

3. قاضیوں کی مالی آزادی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کے لیے مناسب وظائف اور تنخواہیں مقرر کیں تاکہ وہ مالی طور پر آزاد ہوں اور کسی لالچ یا سیاسی دباؤ کا شکار نہ ہوں۔ اس سے عدلیہ کو عملی آزادی ملی اور فیصلے خالص عدل پر مبنی ہونے لگے۔

4. قاضیوں کے لیے ہدایات

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کو باقاعدہ ہدایات دے رکھی تھیں کہ صرف اللہ سے ڈریں، حکمران سے نہیں۔ انصاف میں کسی سے رعایت نہ کی جائے، ظالم اور مظلوم دونوں پر برابر نظر رکھی

جائے۔ قاضی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط لکھا، جو اسلامی قضاء کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز ہے۔ اس میں آپ نے مساوات، بیّنہ کا ثبوت، صلح کی اجازت اور فیصلوں میں واضح دلیل کی نشاندہی کی۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام جو خط آپ نے لکھا، اس میں یہ بھی تھا:

"لوگوں کے معاملات میں گہرائی سے غور کرو، دو فریقوں کے درمیان برابری سے بیٹھو تاکہ تمہارا وقار باقی رہے اور فیصلے میں عدل کو لازم پکڑو۔"

(دیکھیے: السنن الکبریٰ للبیہقی، ج10، ص:118، اعلام الموقعین لابن القیم، ج1، ص:68، البدایۃ النہایۃ لابن کثیر، ج7، ص:101)

5. انتظامی مداخلت سے تحفظ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے واضح کیا کہ گورنر یا اہل کار کسی عدالتی فیصلے میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ اگر عوام کو گورنر سے کوئی شکایت ہو تو وہ براہِ راست قاضی یا خلیفہ کے سامنے جا سکتے ہیں۔ اس طرح عدلیہ ایک آزاد اور خود مختار ادارے کی صورت میں کارفرما رہی۔

6. عدالتی ریکارڈ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عدالتی فیصلوں کو تحریری شکل دینے کا آغاز کیا، تاکہ قانونِ عدل اور شفافیت تسلسل کے ساتھ قائم رہے۔

7. منصفانہ شہادت کا اہتمام

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گواہوں کے انتخاب اور ان کی تفتیش کو سختی سے لازم کیا۔ شہادت صرف معتبر، دیانت دار اور باکردار افراد کی مانی جاتی تھی تاکہ انصاف کا معیار متاثر نہ ہو۔ آپ نے اس حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم: "البينة على المدعی واليمين على من أنكر" "دعویٰ کرنے والے پر دلیل اور انکار کرنے والے پر قسم لازم ہے۔" (سنن بیہقی 252/10) میں بیان ہوئے اصول کو عملی جامہ پہنایا، جو آگے چل کر اسلامی فقہ کی بنیاد بنا۔ چناں چہ آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شہادت کی جانچ

اور کسی کے خلاف بغیر ثبوت کے فیصلہ نہ دینا عدالتی اصولوں کا حصہ تھا۔ اسی طرح عدالتی فیصلوں میں گواہان اور دلائل کے سامنے رشتہ داری یا ذاتی تعلقات کو دخل نہیں دیا جاتا تھا۔

8. فوری انصاف کا عملی نمونہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بات پر تاکید کرتے اور زور دیتے تھے کہ مقدمات کی شنوائی میں تاخیر نہ کی جائے، کیوں کہ عدل میں تاخیر ظلم کے مترادف ہے۔ اس لیے عدالتوں میں مقدمات کو طول نہ دیا جاتا بلکہ بروقت فیصلہ کر کے مظلوم کو اس کا حق فوراً دلایا جاتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ عدالتیں عوام کے لیے کھلی رہتیں اور فیصلے شفاف انداز میں سنائے جاتے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی مظلوم کی دادرسی نہ کی گئی ہو یا اس کا حق دلانے میں تاخیر کی گئی ہو۔

9. خواتین اور غیر مسلمین کے حقوق

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عدالتی فیصلوں میں اور ان کے منتخب کردہ قضاۃ کے فیصلوں میں مسلم و غیر مسلم کی برابری ظاہر ہوتی ہے۔ غیر مسلم بھی عدالت میں جا کر انصاف لے سکتے تھے، جیسا کہ مصر کے ایک قبطی کا مقدمہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے خلاف آپ کے سامنے پیش ہوا اور فیصلہ قبطی کے حق میں ہوا۔ اسی طرح خواتین کو بھی قاضی کے سامنے بلا جھجک پیش ہونے اور اپنے حق کے مطالبے کی آزادی حاصل تھی۔ کعب بن سود ازدی رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا جو قاضی بنایا گیا، اس کی وجہ یہی تھی کہ ایک خاتون عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے خاوند کے خلاف نہایت لطیف پیرائے میں شکایت کی، جسے کعب بن سود ازدی رضی اللہ عنہ فوراً سمجھ گئے اور امیر المؤمنین کی اجازت و حکم سے اس عورت کا فیصلہ فرمایا۔

10. اپیل اور نگرانی کا انتظام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اگر کسی فیصلے پر شکایت یا اعتراض ہوتا تو مقدمہ براہِ راست خلیفۂ وقت کے سامنے پیش کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح ایک خودکار اپیل کا نظام موجود تھا جس سے عدلیہ مسلسل نگرانی میں

رہتی۔اسی طرح آپ نے قاضیوں کو یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ کسی مقدمہ میں فیصلہ دینے کے بعد اگر غلطی نظر آئے تو فیصلہ بدلنے میں تامل نہیں ہونا چاہیے یعنی قاضی کو اپنے ہی فیصلے پر نظر ثانی کرنے کا حق حاصل تھا۔علاوہ ازیں گورنروں کو نہ فیصلہ کرنے کا حق تھا اور نہ نظر ثانی کرنے کا حق حاصل تھا۔

11. قانون کی بالادستی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عدلیہ کو عملاً یہ آزادی دی کہ وہ خلیفہ یا گورنر کے خلاف بھی فیصلہ دے سکتے ہیں۔ایک مقدمے میں جب آپ پر دعویٰ کیا گیا، تو قاضی شریح نے آپ کو عدالت میں طلب کیا اور فیصلہ مخالف فریق کے حق میں کیا اور آپ نے اسے فوراً قبول کر لیا۔اس مثال نے پورے نظام میں عدل کی غیر معمولی بنیاد ڈال دی۔

12. مجموعی دیکھ بھال

اس طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عدالتی نظام آج کے جدید عدلیہ کے بنیادی اصولوں (عدلیہ کی آزادی، ریکارڈ، شہادت کا معیار، ججوں کی اہلیت اور مالی آزادی) سے ہم آہنگ بلکہ کئی پہلوؤں میں اس سے زیادہ جامع نظر آتا ہے۔

انسانی حقوق کا تحفظ

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت انسانی مساوات اور حقوق کے تحفظ کی عملی تصویر تھا۔آپ نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں، غلاموں، خواتین اور معذوروں کے لیے بھی عدل و مساوات کو یقینی بنایا۔جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں درج کی جا رہی ہیں:

○ مساوات اور عدمِ امتیاز

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک عرب و عجم، آزاد و غلام، امیر و غریب سب برابر تھے۔ایک موقع پر

جب کسی نے عجمی عورت سے نکاح کو معیوب کہا تو آپ نے اس پر نکیر فرمائی اور منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

"أين أنتم من أمهات المؤمنين؟""تم امہات المؤمنین سے کیسے نسبت رکھتے ہو؟"

(کتاب الخراج لابی یوسف، ص:112)

ایک مرتبہ قبیلۂ بکر بن وائل کے ایک مسلمان شخص نے ایک عیسائی شخص کو قتل کر دیا۔ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا کہ قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کیا جائے۔ اور عملی طور پر ایسا ہی ہوا۔ مسلمان قاتل کو مقتول عیسائی ورثاء کے حوالے کیا گیا اور مقتول کے وارث "حنین" نے قاتل کو قصاص میں قتل کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص:۲۷۶)

○ مذہبی رواداری اور آزادئ عقیدہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ زریں کو دنیا میں "مذہبی آزادی" (Religious Freedom) کا پہلا باضابطہ چارٹر کہا جا سکتا ہے۔ اس میں نہ صرف غیر مسلموں کے مذہب کی آزادی کی ضمانت دی گئی بلکہ ان کی عبادت گاہوں کی حرمت کا اعلان بھی کیا گیا، جو اس دور کے دیگر فاتح اقوام سے بالکل مختلف رویہ تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہر مذہب کے پیروکار کو آزادی دیتے کہ وہ اپنے دین پر رہتے ہوئے اسلامی ریاست کے امن و عدل کے دائرے میں زندگی گزارے۔ آپ کے دورِ خلافت میں اہلِ کتاب اپنی مذہبی عبادات اور دینی شعائر پوری آزادی سے ادا کرتے تھے۔ وہ اپنے گھروں اور عبادت خانوں میں گھنٹیاں بھی بجاتے تھے۔ انھیں کوئی منع نہیں کرتا تھا، کیوں کہ شریعتِ اسلامیہ نے انھیں مکمل مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔

(دیکھیے: نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ الاِسلامی:1/58، و تاریخ الطبری:4/158، والبدایۃ والنہایۃ:7/98)

○ عدل کا غیر طبقاتی اصول

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بارہا فرمایا: "عدل کے بغیر کوئی حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔" اس اصول کے

تحت نہ صرف غلام یا غیر مسلم بلکہ امیر قریشی بھی اگر جرم کرتا تو اس پر قانون لاگو ہوتا۔ اس بات کی کئی عملی مثالیں تاریخ میں محفوظ ہیں کہ آپ نے قریشی سردار یا گورنر تک کو رعایا کے حق میں جواب دہ بنایا۔

○ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عدل صرف اپنوں یا مسلمانوں تک محدود نہیں تھا، بلکہ اہلِ ذمّہ اور غیر مسلموں کے ساتھ بھی انصاف اور رواداری ان کے عدل کا حصہ تھی۔ مثلاً:

- 637ء (15/ہجری) میں بیت المقدس کی فتح کے بعد، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود وہاں کے لوگوں کے ساتھ معاہدہ (عہد نامۂ عمری) کیا، جس میں عیسائیوں کے جان و مال، گرجا گھروں اور مذہبی آزادی کے تحفظ کی ضمانت دی گئی۔ آپ نے امان نامے کے معاہدے میں لکھا:

"یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر نے اہل ایلیاء کو دی ہے۔ اس نے انھیں جان، مال، گرجا گھروں اور صلیب وغیرہ کے بارے میں امان دے دی ہے کہ ان کے گرجا گھروں کو نہ رہائش گاہوں میں بدلا جائے، نہ منہدم کیا جائے اور نہ اس کا کوئی حصہ استعمال میں لایا جائے۔ اسی طرح گرجا گھروں اور صلیب کی آمدن، یعنی نذرانے اور ان کے دیگر اموال سے بھی تعرض نہ کیا جائے۔ انھیں ان کا دین چھوڑ نے پر مجبور نہ کیا جائے اور نہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے۔ ایلیاء میں کوئی یہودی ان کے ساتھ نہیں رہے گا۔ اہل ایلیاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ جزیہ صحیح طور پر ادا کریں جیسا کہ مدائن والے ادا کرتے ہیں، نیز رومی اور چور یہاں سے نکل جائیں۔ جو نکل گیا اس کے مال و جان کو امان ہے یہاں تک کہ وہ اپنی منزل پر پہنچ جائے۔ اور ان میں سے جو یہاں رہنا چاہے وہ بھی امن کے ساتھ رہ سکتا ہے، تاہم اسے بھی ایلیاء والوں کی طرح جزیہ اور ٹیکس دینا ہوگا۔ اہلِ ایلیاء میں سے جو اپنے مال و جان کے ساتھ رومیوں کے ہمراہ جانا چاہے اور اپنے گرجا گھر اور صلیب وغیرہ چھوڑنا چاہے اس سے

بھی تعرض نہیں کیا جائے گا، بلکہ وہ امن کے ساتھ جاسکتا ہے۔"

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر، ج2، ص:356، وتاریخ الطبری، ج4، ص:431-436)

- آپ رضی اللہ عنہ ہی کے دورِ خلافت میں جب شام کے شہر حمص کو دشمن کے خطرے کے پیشِ نظر خالی کرنا پڑا تو سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے وہاں کے باشندوں سے لیا گیا جزیہ واپس کر دیا، کیوں کہ اب مسلمان ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ اس انصاف پسندی سے متاثر ہو کر بہت سے غیر مسلم اسلام لے آئے۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر، ج2، ص:334، والبدایۃ والنہایۃ ج7، ص:54، کتاب الخراج لابی یوسف، ص:144)

- ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک عمر دراز کمزور یہودی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا کہ کیوں بھیک مانگ رہے ہو؟ اس نے بتایا کہ مجھ پر جزیہ عائد کیا گیا ہے، لیکن اب میں بوڑھا اور نادار ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر بیت المال سے اس کے لیے وظیفہ مقرر کیا اور فرمایا: "یہ عدل نہیں کہ ہم اس کی جوانی سے فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں اسے نظر انداز کر دیں۔" (کتاب الخراج لابی یوسف، ص:150)

○ غلاموں اور کمزور طبقات کے ساتھ مساوی برتاؤ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ غلاموں کے ساتھ انسانی سلوک کے قائل تھے، اسی لیے آپ نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی، انھیں معاشرتی زندگی میں حقوق دیے اور ان کے ساتھ انسانی سلوک کو یقینی بنایا۔ غلاموں کے بارے میں آپ کی ہدایات تھیں کہ ان پر ایسا بوجھ نہ ڈالا جائے جو وہ برداشت نہ کر سکیں۔ اگر مالک ان کے کام میں ان کی مدد نہ کرے تو یہ ظلم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ غلاموں کو کھانے اور لباس میں اپنے برابر رکھنے کی تلقین کرتے اور کہا کرتے: "یہ تمھارے بھائی ہیں، ان کے ساتھ رحم و عدل سے پیش آؤ۔" اس طرح آپ نے غلاموں کو انسانی برادری کا مساوی فرد منوایا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حج کرنے مکہ آئے تو صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ ایک بڑے برتن میں، جسے کم سے کم چار افراد اٹھا سکتے تھے، بہت سا کھانا تیار کرایا اور لوگوں کے سامنے رکھا۔ ان میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ کھانے کے وقت خدام اٹھ کر جانے لگے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیا تم لوگ کھانا نہیں کھاؤ گے؟ سفیان بن عبداللہ نے عرض کیا: امیر المؤمنین! ایسی بات نہیں۔ ہم لوگ بعد میں کھالیں گے۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے۔ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں کی حالت پر رحم کرے۔ کیا یہ ابھی تک طبقات میں بٹے ہوئے ہیں؟ پھر خدام کو حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ اور کھانا کھاؤ چناں چہ ان سب نے کھانا کھایا۔

(نظام الحکم فی الشریعہ والتاریخ الاِسلامی: 188/1)

○ غربت کے خاتمے کا عملی ماڈل

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے عائلی وظیفے مقرر کیے، جن میں نومولود بچے کی پیدائش پر وظیفہ کا اجرا ہوتا۔ ابتدا میں وظیفہ دودھ چھڑانے کے بعد دیا جاتا، لیکن جب ایک نومولود بچی ماں کے جلد از جلد دودھ چھڑانے کے پاداش میں تقریباً جان سے گئی، تو آپ نے اپنا فیصلہ بدل کر وظیفہ پیدائش کے ساتھ ہی مقرر کر دیا۔ یہ دراصل نظامِ نفقۂ اطفال (Child Support System) کا پہلا تاریخی ماڈل تھا۔ آپ وہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ مدینہ منورہ میں کچھ تاجر آئے۔ انھوں نے عید گاہ میں پڑاؤ ڈالا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیوں نہ آج ہم ان لوگوں کی چوکیداری کریں؟ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے موافقت فرمائی۔ دونوں رات کے وقت ان کی نگہبانی میں مصروف رہے اور نماز پڑھتے رہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں سے کہا: اللہ سے ڈرو اور اپنے بچے کا خیال کرو، پھر واپس اپنی جگہ آ گئے۔ رات کے آخری حصہ میں بچے کی دوبارہ آواز سنی تو فرمایا: تم پر

افسوس!تم کیسی ماں ہو؟میں دیکھ رہا ہوں رات بھر تمھارا بچہ سکون سے نہیں سو سکا۔اس خاتون نے کہا: اللہ کے بندے میں اسے کھانا کھلانا چاہتی ہوں، لیکن یہ کھاتا ہی نہیں۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیوں نہیں کھاتا؟ اس نے کہا: کیوں کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کا ضابطہ ہے کہ وہ بچے کا وظیفہ اس وقت مقرر فرماتے ہیں، جب وہ ماں کا دودھ پینا چھوڑ دے۔انھوں نے ہر دودھ چھڑائے ہوئے بچے کا وظیفہ مقرر کر رکھا ہے، اس لیے میں اس بچے کا دودھ چھڑانے کی کوشش کر رہی ہوں۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمھارے بیٹے کی عمر کتنی ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ چند مہینوں کا ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، پھر صبح کی نماز پڑھی تو دورانِ نماز اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔شدت گریہ سے ان کی قراءت کی آواز بھی لوگوں تک ٹھیک سے نہ پہنچی۔بعد ازاں فرمایا: اے عمر! تیرا بُرا ہو تیری وجہ سے کتنے مسلمانوں کے بچے ہلاکت کو جا پہنچے یعنی ان سے فیاضی کا سلوک نہیں کیا گیا۔پھر ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے لوگو! اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ہم ہر مسلمان بچے کا وظیفہ مقرر کیے دیتے ہیں۔یہ حکم نامہ انھوں نے پوری اسلامی ریاست کے حکام کو ارسال کر دیا۔

(دیکھیے: البدایۃ والنہایۃ، ج7، ص:140، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، ج4، ص:46، ماخوذ از: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے سنہرے واقعات، ص:210-211)

آپ رضی اللہ عنہ نے عوام کو غربت اور معاشی ناہمواری سے نکالنے کے لیے بیت المال کو فعّال بنایا اور بالعموم ہر شخص کے لیے تنخواہیں اور وظیفے مقرر کیے۔ نیز بطور خاص بلاامتیاز مذہب ریاستی بیت المال سے معذوروں، بوڑھوں یتیموں اور ضرورت مندوں کے لیے وظائف مقرر کیے گئے۔ وظائف کا یہ نظام درحقیقت دنیا کا پہلا باقاعدہ "سوشل سیکیورٹی سسٹم" (Social Security System) تھا، جہاں ہر شہری کی بنیادی ضروریات کا تحفظ کیا جاتا تھا۔

○ خواتین کی معاشرتی شرکت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خواتین کے معاشی و سماجی حقوق کی ضمانت دی۔ حقِ مہر کو یقینی بنایا، خواتین کو تجارت اور تعلیم کی ترغیب دی اور معاشرتی شرکت میں ان کا مقام تسلیم کیا اور انھیں اس کردار میں فعال کیا۔آپ کے دور میں خواتین بازاروں میں آزادی سے تجارت کرتی تھیں۔آپ جس طرح مرد حضرات سے مشورہ طلب فرماتے تھے اسی طرح خواتین سے بھی مشورہ طلب کرتے تھے اور ان کی رائے اور مشورے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔خواتین کی رائے کو تسلیم کرنے اور اسے ریاستی فیصلے میں شامل کرنے کی مثال آپ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بار بار ملتی ہے۔مثلاً مہر کی زیادہ حد مقرر کرنے کے فیصلے پر جب ایک عام عورت نے سوال و اعتراض پیش کیا تو آپ نے کھلے دل سے اس کی رائے قبول کر لی۔یہ سیاسی و معاشرتی تاریخ میں عورت کی آواز کے احترام کی غیر معمولی مثال ہے۔

○ معذوروں اور ضعیفوں کے حقوق اور ترجیح

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے معذور اور ضعیف افراد کے بارے میں فرمایا کہ بیت المال ان کا حق ہے، صدقہ نہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں ریاست پر بوجھ نہیں بلکہ شہری حق دار کی حیثیت حاصل تھی۔ اس نظام میں مذہب اور نسل کی کوئی قید نہیں تھی۔معذور یہودی، نصرانی اور مجوسی بھی اس حق میں برابر شریک تھے۔

○ تجارت اور بازاروں کی نگرانی

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عدل وانصاف کے قیام کے ساتھ تجارت اور بازاروں کی نگرانی کو بھی غیر معمولی اہمیت دی۔آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ تجارت کی صحت مندی اور معیشت کی ترقی، سماجی عدل کے لیے لازمی ہیں۔اس مقصد کے لیے آپ خود مدینہ کے بازاروں میں تشریف لے جاتے اور معاملات کی جانچ پڑتال کرتے۔اگر کسی شخص میں دھوکہ دہی، ناجائز منافع خوری یا تجارت میں شریعت کے

اصولوں سے بے اعتنائی پائی جاتی تو آپ فوراً مداخلت فرماتے اور نہ صرف اس کی اصلاح کرتے، بلکہ ضروری تعلیم حاصل کرنے کی تلقین کرتے۔ اس کے علاوہ، آپ نے ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی، سودی معاملات اور غیر منصفانہ تجارتی طریقوں کی سختی سے روک تھام کی، تاکہ عوام الناس کے حقوق محفوظ رہیں اور کسی قسم کا استحصال نہ ہو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہٗ کے یہ اقدامات اسلامی تجارتی نظام میں شفافیت، عدل اور انسانی حقوق کے تحفظ کی روشن مثالیں ہیں، جن کے اثرات آج بھی مثالی سمجھے جاتے ہیں۔

عدلِ فاروقی اور جدید دور میں اس کی معنویت

عدلِ فاروقی ایک ایسا جامع ماڈل ہے جو آج کی دنیا میں انسانی حقوق، آئینی بالادستی اور عدالتی اصلاحات کے حوالے سے رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ جدید ریاستوں کے لیے یہ اصول اب بھی مشعلِ راہ ہیں۔

- ### قانون کی حکمرانی

آج کی جمہوری وآئینی ریاستوں کی بنیاد صرف کاغذوں میں مسطور قانون کی بالادستی پر ہے، لیکن عہدِ فاروقی کا قانون عدل اور مساوات کی بالادستی وتنفیذ بہر اعتبار رہتی دنیا تک کے لیے سب سے عظیم اور قدیم ترین ماڈل ہے۔

- ### عدالتی نظام کی اصلاح

بروقت فیصلے، شفافیت، آزاد عدلیہ (Judicial Independence) اور عدالتی ریکارڈ جیسے اصول جدید دنیا کے لیے بھی ناگزیر ہیں۔ آج بھی یہ اصول عالمی عدالتی اصلاحات کا بنیادی ہدف ہیں، جنھیں عدلِ فاروقی میں پہلے ہی نافذ کیا گیا تھا۔

- ### انسانی حقوق کا تحفظ

اقلیتوں کے تحفظ، خواتین، غلاموں اور یتیموں کے حقوق، معاشی انصاف اور معذوروں

کی کفالت جیسے اصول عدل فاروقی میں شامل تھے۔ آج بھی عالمی انسانی حقوق (Universal Declaration of Human Rights) کے بنیادی نکات کچھ اسی طرح وضع کیے گئے ہیں۔

- ### حکمرانوں کا احتساب

موجودہ دور میں کرپشن اور بے احتسابی کے خاتمے کے لیے فاروقی ماڈل ایک بے نظیر و بے مثال رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ آج کے احتساب (Ombudsman) کے ادارے اور احتسابی عدالتیں باعتبار قانون سازی درحقیقت فاروقی تصور کی جدید شکل ونقل ہیں۔

خاتمۂ بحث

تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عدالتی وانتظامی نظام اپنی نوعیت میں ہمہ گیر اور آفاقی تھا۔ یہ نہ صرف اسلامی تاریخ بلکہ انسانی تاریخ میں عدل کے سب سے درخشاں نمونوں میں سے ایک ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قانون کی حکمرانی، شفافیت، انسانی مساوات، عدالتی استقلال، اقلیتوں کے تحفظ اور معذوروں وغریبوں کی کفالت جیسے اصولوں پر مبنی ایک ایسا معاشرہ قائم کیا اور سماجی فلاح کے وہ اصول متعارف کرائے جس کی مثال تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ آج بھی وہ اصول وضوابط جمہوری وعدالتی نظام کے لیے مثالی ہیں۔

موجودہ دور کی انسانی حقوق کی تحریکیں اور عدالتی اصلاحات دراصل انہی فاروقی اصولوں کی بازگشت ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم عدل فاروقی کو صرف تاریخ کا ایک باب نہ سمجھیں بلکہ اپنی عدالتی وانتظامی پالیسیوں میں اس سے رہنمائی حاصل کریں۔ آج جب دنیا بھر میں عدالتی فیصلوں میں تاخیر، کرپشن اور انسانی حقوق کی پامالی عام ہے تو عدل فاروقی کی روشنی میں عدالتی وانتظامی اصلاحات لانا وقت کی اہم ترین

ضرورت ہے۔

نتائج وسفارشات

- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نظامِ عدل پر مبنی ایک ایسی ریاستی بنیاد فراہم کی جو حالیہ دور کی (Modern Welfare State / Rule of Law) ماڈرن ویلفئیر اسٹیٹ اور رول آف لاء دونوں کا اولین نمونہ اور ماڈل معلوم ہوتی ہے۔
- عدالتی استقلال، شفافیت اور بروقت انصاف ہر دور کے لیے ناگزیر اصول ہیں۔
- عدل وانصاف اور انسانی حقوق کا جو جامع تصور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیا وہ جدید حقوقِ انسانی کے چارٹرز (Human Rights Charters) [اقوام متحدہ کا اعلامیہ 1948ء، Social Welfare اور Legal Equality جیسے تصورات] سے صدیوں پہلے اسلامی دور میں مکمل طور پر نافذ العمل تھے۔
- جدید ریاستوں اور موجودہ مسلم معاشروں میں عدل فاروقی کے ماڈل کو اپنانے سے کرپشن، بے انصافی اور معاشرتی انتشار پر قابو پایا جاسکتا ہے۔
- عالمی سطح پر بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ ماڈل ایک (Universal Human Rights Framework) کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔
